عصر حاضر میں عورتوں کی وراثت سے محرومی: اسباب اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تدارک

Deprivation of Women's Inheritance in Modern Age: Causes and Remedies in the light of Islamic Teachings

Iqra Amjad

Doctoral Candidate Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

Dr. Rizwan Younas

Lecturer in Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

Abstract

Islam is a natural religion which deals with all the aspects of human life, whether individual or social. Islam emphasis on the bringing up girls which was not allowed in Arabian society, before Islam. Prophet Muhammad (SAW) promised the one who brings up his daughters properly that he would be very close to him in Jannah. Islam terminated the discrimination between sons and daughters in various ways and ensured the rights of women whether as a mother, wife or daughter. But in the current age, women have been again denied their basic rights, including inheritance. There are several reasons behind this issue, which lead to deprivation of women from inheritance. Efforts have been made in this article to highlight these reasons. This article also deals with the religious, social and domestic issues regarding women's inheritance. Efforts have also been made to suggest the ways to address these problems and to pave a way to the betterment of inheritance matters as laid down in the teaching of Quran and Sunnah.

Keywords: Discrimination, Inheritance, Inheritance Issues, Society, Women

تمہید

اسلام کی بے شمار خصوصیات ہیں ان خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام نے انسان کو بہترین اقتصادی نظام مہیا کیا ہے جو کئی مختلف امور پر مشتمل ہے۔ جن میں سے "تقسیمِ میراث" کا نظام بھی ایک اہم ترین امر ہے۔ اسلام نے بہت سارے امور میں رعایت برتتے ہوئے اس کا نظام بنایا ہے۔ اسلام کے منصفانہ نظام میں مرد کے ساتھ ساتھ عورت کو بھی مالِ وراثت کا حقدار بنایا گیا ہے۔ اسلام کے دشمن چونکہ روزِ اوّل سے ہی اسلام پر مختلف ناپاک حربوں سے حملہ آور رہے ہیں، ان کے ناپاک حربوں نے اسلام کے نظام میراث پر بھی زور آزمائی کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ اسلام دشمن عناصر نے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کے لیے پروپیگنڈہ بھی کیا کہ اسلام کا نظام تقسیم میراث عورت کے حق کے سلسلہ میں ظلم پر مبنی ہے کیونکہ اس نے عورت کو مرد کے مقابلے میں نصف کا حقدار ٹھہرایا ہے، حالانکہ علم الفرائض پر گہری نظر رکھنے والے بخوبی یہ جانتے ہیں کہ عورت کو مرد کے برابر اور کبھی بعض صورتوں میں مرد سے زیادہ بھی حصّہ ملتا ہے، کچھ صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں عورت کو تو حصہ ملتا ہے لیکن مرد کو نہیں ملتا۔ صرف چار حالات میں عورت مرد سے کم حصہ کی حقدار بنتی ہے، لہٰذا دشمنوں کا ایسا پروپیگنڈہ قطعاً درست اور صحیح نہ ہوگا۔ دینِ اسلام "میراث" کا بہترین اور عمدہ نظام دیتا ہے۔ زندگی کا آئینہ "قانون" ہے کسی بھی قوم کا قانون اس قوم کی ضروریات کے تحت جنم لیتا ہے اور اسی کی ضروریات کو پیشِ نظر رکھ کر بنایا جاتا ہے۔ ہر قوم کا بنایا ہوا قانون اس قوم کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ قوموں کے معیارِ زیست کا حقیقی مصور ان کا قانونی نظام ہوتا ہے، یعنی قانون ہی لوازمِ زندگی کا صحیح آئینہ ہوتا ہے۔ قانون نہ صرف تصوراتِ حقوق کے لیے درست اور بہترین معیار بھی ہوتا ہے بلکہ اقتصادی سطح کا حقیقی عکس اسی قانون سے شفاف تر نظر آتا ہے۔[1] "قوانینِ وراثت" اسلامی نظام قانون کے ڈھانچے میں مجموعی طور پر بڑی نمایاں اور اہم حیثیت کے حامل ہیں۔ سماجیات کے نقطہء نظر سے "قوانین وراثت" اسلامی گروہ کے اندر سماجی اقدار اور اہم ذمہ داریوں کو منعکس کرتے ہیں۔ وراثتی حقوق کو قانون کی نگاہ میں عام طور پر ان فرائض کا بدل سمجھا جاتا ہے جو مرنے والے (متوفیٰ) پر تحفظ اور پرورش کے فرائض اس کی زندگی میں اس پر عائد ہوتے ہیں۔[2] قرآن مجید مکمل ضابطہء حیات ہے، تمام چیزوں کے متعلق احکامات اللہ پاک نے بیان فرما دیئے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے احکامات کو اجمالاً بیان فرمایا ہے۔ نماز، روزہ کی تفصیل کے لیے زکوٰۃ اور حج کے مسائل سیکھنے کے لیے حدیث و سنت کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، مگر اللہ پاک نے وراثت کے احکامات کو مفصل بیان فرمایا ہے۔ ورثاء تک ان کے حصّے صحیح صحیح پہنچانے کی تاکید سخت کی گئی ہے۔ سورۃ النساء کی آیت 6 سے آیت 13 تک وراثت سے متعلق احکام مکمل طور پر واضح انداز میں بیان فرمائے ہیں کسی قسم کا ابہام باقی نہیں چھوڑا۔ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اللہ پاک نے خود ہی ہر صاحبِ حق کے لیے اس کا حق مقرر کر ڈالا، اپنے نبی ﷺ پر بھی وضاحت کرنا نہیں چھوڑا۔ حدیث کے مطابق وراثت کے علم کو آدھا علم اور بقیہ تمام علوم کو آدھا علم کہا گیا ہے۔

وراثت کا تعلق اسلام کے ان احکام سے ہے جن کا تذکرہ قرآن و سنت میں وضاحت سے آیا ہے۔ وراثت اصولی معاملہ ہے، اس لیے اس کے احکام بھی صریح ہیں۔ اس مسئلہ کا تعلق اجتہاد سے نہیں ہے، اگرچہ بعض جزوی مسائل میں اجتہاد بھی کیا جا سکتا

ہے۔وراثت کی اہمیت کے لیے اتنا کہنا کافی ہے کہ ورثاء کے حصّے اور وراثت سے متعلق احکام قرآن حکیم میں تفصیل کے ساتھ آئے ہیں۔اس علم کی اہمیت محض عقلی نہیں بلکہ نصوص سے ثابت ہے۔اس علم کو سیکھنے کی پُر زور تاکید و ترغیب آئی ہے۔حدیث مبارک میں ہے :عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَالفَرَائِضَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَإِنِّي مَقْبُوضٌ. [3]"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" : قرآن اور علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اس لیے کہ میں وفات پانے والا ہوں۔" حدیثِ مبارکہ ہے: "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" :«يَا أَبَا هُرَيْرَةَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا، فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسَى، وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِي»[4]ابوہریرہ!علم فرائض سیکھو اور سکھاؤ، اس لیے کہ وہ علم کا آدھا حصہ ہے، وہ بھلا دیا جائے گا، اور سب سے پہلے یہی علم میری امت سے اٹھایا جائے گا۔"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَلَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً فَعَلَيْنَا قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ» [5]میں مومنوں کا خود ان سے زیادہ حقدار ہوں۔پس ان میں سے جو کوئی قرض دار مرے گا اور ادائیگی کے لیے کچھ نہ چھوڑے گا تو ہم پر اس کی ادائیگی کی ذمہ داری ہے اور جس نے کوئی مال چھوڑا ہو گا وہ اس کے وارثوں کا حصّہ ہے۔"

قانونِ وراثت اسلامی عائلی قوانین کا لازمی حصّہ اور مرکزی نقطہ ہے۔اس علم کا تعلق بنیادی طور پر اسلامی معاشرت سے ہے۔علمِ میراث معاش کے بہت سے گوشوں کا احاطہ بھی کرتا ہے اور یہی علم انسانوں میں محبت و الفت پیدا کرنے کا باعث بھی ہے، اسی کے ذریعے انسانی تعلقات کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔[6] قانون میراث کو اس لحاظ سے خصوصی اور امتیازی مقام و مرتبہ حاصل ہے کہ اللہ رب العزت نے اس سے متعلق تمام جزئی تفاصیل کو قرآن مجید میں خود بیان کر ڈالا ہے۔الگ الگ ہر ہر رشتہ دار کا تعین فرما کر ان کے حصہ کی مقدار کا تعین بھی کر ڈالا۔ قانون میراث سے متعلق اتنی پیاری انفرادیت کے بعد مزید کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ اسے اس لیے بطور ثبوت بیان کیا جائے کہ شریعت کے مطابق میراث کی تقسیم کیونکر ضروری ہے۔اسلام کا قانون وراثت فطری تقاضوں کی بہترین تکمیل کرتا ہے۔عائلی محبت کے رشتوں کو استوار کرتا ہے۔ایک فرد کے غیر معتدل احساس فردیت کو معتدل بناتا اور سچا اجتماعی شعور پیدا کرتا ہے اور دولت کے ظلم پر مبنی غیر منصفانہ ارتکاز کو روکتا ہے۔اس قانون کی درج ذیل بنیادیں ہیں:

1. ولادت کی بنا پر قرابت، یعنی باپ اور اولاد کے درمیان قرابت داری۔
2. قرابت بر بنائے اخوت، اس سے مراد اولاد اور ماں اور باپ دونوں کی وجہ سے قرابت داری۔
3. زوجیت کی بنا پر قرابت، یعنی زوج اور زوجہ کے درمیان قرابت داری۔
4. عورتوں کے حقوق کا اثبات۔

اسلام نے اس جاہلانہ رسم کی تنسیخ کی جس کے تحت عورتوں کو مطلقاً ان کے حقوق سے محروم کر دیا جاتا تھا۔
عربوں کے نزدیک صرف مرد ہی مستحق قرار پاتے لیکن اسلام نے مرد و عورت دونوں کو مستحق قرار ٹھہرایا۔

5. چھوٹے بڑے (صغر و کبر) کے فرق کی تنسیخ۔
عربوں کے دستور کے مطابق صرف بڑا بیٹا ہی مستحق ہو سکتا تھا۔ عربوں اور بعض کئی اور ممالک میں بھی بڑے چھوٹے میں فرق روا رکھا جاتا، چھوٹوں کو محروم رکھا جاتا۔ اسلام کے قانون وراثت نے چھوٹے، بڑے کے فرق کو مٹا ڈالا۔

6. اسلام نے استحقاق کے معاملے میں اصول اور فروع (یعنی آباء اور ابناء) کے فرق کو بھی مٹاتے ہوئے چند زریں اصول مقرر کر ڈالے جن کے تحت ہر ایک اپنے حالات اور واقعات کے مطابق مستحق قرار پائے گا۔

7. اسلام نے وراثت کی تقسیم زندگی کے فرائض و ذمہ داریوں کے مطابق رکھی ہے۔ مرد اور عورت میں تقسیم کا تناسب ان کی ذمہ داریوں کے حساب سے رکھا گیا ہے۔ مردوں کو مالی و کفالتی ذمہ داریوں کے پیشِ نظر دُگنا دیا گیا ہے اور عورت کفالتی ذمہ داریوں سے بری رکھی گئی ہے اس لیے اس کو مرد کا نصف دیا گیا ہے۔ مرد کو دگنا اس لیے دیا گیا کہ وہ مالی ذمہ داریوں سے آسانی سے عہدہ بر آ ہو سکے، چونکہ پرورش کے خاندانی اصول میں ذمہ دار مرد ہوتا ہے اسی لیے جائیدادوں سے پیدا شدہ مالی وسائل میں ان کا حصّہ زیادہ رکھا گیا ہے، گویا فرائض اور ذمہ داری اصل الاصول ہوا۔ اس کے علاوہ اسلام کے قانون میراث میں یہ حکمت بھی پائی جاتی ہے کہ مال ایک ہی فرد کے ہاتھ میں رکا نہ رہے بلکہ افرادِ معاشرہ میں تقسیم ہوتا چلا جائے، یہ حکمت ایک معاشرے کو اختلال معاشی سے بچانے کا ذریعہ بھی ہے۔

عہد حاضر میں وراثت سے محرومی کی صورتیں

عہد حاضر میں حق وراثت سے محرومی کی متعدد صورتیں ہیں۔ جنہیں مذہبی اسباب، معاشی، معاشرتی، اور قانونی صورتوں کا نام دیا جا سکتا ہے۔

حق وراثت سے محرومی کے مذہبی اسباب

آج کا انسان اسی دنیا اور اسی زندگی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ انسان عجلت پسند ہونے کے ناطے اسی دنیا کے ثمرہ کو سبھی کچھ مان چکا ہے۔ اپنی دنیا بنانے کے چکر میں اپنی آخرت کو بگاڑتا چلا جا رہا ہے۔ اس دنیا کے تھوڑے فائدے کی خاطر ابدی اجر سے ناواقف ہو چکا ہے۔ وہ نہیں سمجھتا کہ اُسے اپنے تمام تر اعمال کی جوابدہی اپنے رب کے حضور دینی ہی دینی ہے۔ اس میں اللہ رب العزت کے حضور جوابدہی کے خوف کا فقدان ہے۔

لوگوں میں خوفِ الٰہی کا فقدان

نبی کریم ﷺ نے تقوی کو دانائی کی بنیاد قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر انسانوں کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا پیغام دیا گیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ﴾[7] "لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو۔ کہ قیامت کا زلزلہ ایک حادثۂ عظیم ہو گا۔" دوسری جگہ اللہ رب العزّت نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾[8] "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔" ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا

تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾[9]"لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنے بیٹے کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کا ذرا سا بھی نفع کرنے والا ہو گا (یاد رکھو) اللہ کا وعدہ سچا ہے (دیکھو) تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز (شیطان) تمہیں دھوکے میں ڈال دے۔"

وراثتی احکام میں علماء دین کی غفلت

دینِ اسلام کے احکام میں سے انتہائی اہم حکم وراثت سے متعلق قوانین کو امتِ مسلمہ نے اجتماعی طور پر پس پشت ڈال دیا ہے۔ وراثت کے احکام نافذ العمل میں نہیں لائے جاتے۔ عام لوگوں کی جہالت و بے حسی تو ایک طرف خود علماء کرام بھی خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں، بلکہ اکثر و بیشتر خود بھی اس گناہ اور جرم میں ملوث ہوتے ہیں۔

عوام الناس کی قانونِ میراث میں عدم دلچسپی

امتِ مسلمہ اللہ تعالیٰ کے اہم ترین حکم "قانونِ میراث" سے اس قدر غفلت کا شکار ہو چکی ہے کہ انہیں اس کی اہمیت کا احساس اور شعور تک نہیں رہا۔ اپنی اسی غفلت کے سبب مسلمانوں نے اسلامی قانونِ میراث کو شجرِ ممنوعہ سمجھ کر ترک کر دیا ہے۔ مستحقین کو محروم رکھنے سے بغض و عناد اور بد اعتمادی کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ خانوادے برباد اور عدالتیں آباد ہوتی ہیں۔ کسی بھی وارث کو اس کے حق سے محروم کرنا احکام الٰہی کی صریح خلاف ورزی ہے۔ کسی وارث کو اس کا حق دینا احسان نہیں، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت ہے۔ [10]حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں: "کہ میرے چچا کا انتقال ہوا تو میرے والد بے ہوش ہو گئے، ہوش آنے پر فرمایا: "چٹائی کو ورثاء کے ترکے میں داخل کر دو۔"[11]

دینی احکام میں حیلہ سازی

لوگ اپنی جائیداد کو چالاکی سے بھی روک کر اس کے نفاذ میں رکاوٹ کھڑی کرتے ہیں۔ اس کی صورت یہ سامنے آتی ہے کہ زندگی میں ہی سارا سرمایا تقسیم کر دیتے ہیں۔ جائیداد کو صرف اپنی اولاد تک محدود رکھنا چاہتے کچھ لوگ دور رس سوچ رکھتے ہیں وہ اپنی اس نیت سے زندگی میں ہی بیٹوں اور بیٹیوں میں تقسیم کر دیتے ہیں، جس سے جائیداد بقیہ ورثاء تک منتقل نہیں ہوتی۔ اور باقی سب اپنے حق سے محروم رہ جاتے ہیں۔

وراثت سے محروم کرنا قیامت کی ایک نشانی

احادیث سے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ملتی ہے کہ "وراثت تقسیم نہ کی جائے گی اور لوگوں کو مالِ غنیمت سے خوشی حاصل نہ ہو گی" صحیح مسلم کی روایت ہے۔۔۔۔۔۔۔وراثت تقسیم نہ ہو گی تو لوگ جہاد نہیں کریں گے۔ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عُمَرَ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ فِي النَّفَلِ، لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ، وَلِلرَّجُلِ سَهْمًا»[12] ناعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے غنیمت کے مال سے دو حصہ گھوڑے کو دلائے اور ایک حصہ آدمی کو۔"

روزِ قیامت کی رسوائی کا باعث حقداروں کا حق ادا نہ کرنا بنے گا۔ لوگ قربِ قیامت کھلے عام احکام کو پامال کرنے والے ہوں گے۔ حقوق العباد میں غفلت اور کوتاہی کرتے ہوئے ہر دوسرا انسان اپنے بھائی کے حق پر قبضہ کیے ہوئے ہو گا۔ لوگ قیامت کی ہولناکی سے بے پرواہ بنے بیٹھیں گے اور اس دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھیں گے۔ ان کا حال یہ ہو گا کہ اپنی ذمہ داریوں

سے غافل دنیا کے مال پر سانپ بن کر مست بیٹھیں گے۔ دنیا کی زندگی میں مست، دنیا کی رنگینی میں مگن اور آخرت کے تصور سے بے بہرہ ہوں گے۔ قُربِ قیامت میراث کا علم اُٹھالیا جائے گا۔

علمِ میراث سے عدم واقفیت

ہمارے روزمرہ کے دینی معاملات کس قدر دین سے دور ہو چکے ہیں، جو شریعت کا حکم ہے اور جو دین کہتا ہے اس سے رہنمائی لینا چھوڑ دی ہے ہمارا دین کیا کہتا ہے؟ اسے چھوڑ کر آج ہم نے عقل کو معیار بنا رکھا ہے۔ اکثریت کو دین کا علم نہیں۔ ہمارے شب و روز دینِ اسلام سے ہٹ کر چل رہے ہیں۔ ہمارا کوئی بھی معاملہ ہو، دین کے احکام اس معاملہ سے متعلق کیا ہیں ہم رہنمائی نہیں لیتے۔ دین کے احکام کی معلومات نہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی کچھ پوچھ لے تو بتانا نہیں آتا۔ قانونِ وراثت کی نافہمی کی بناء پر بھی خاندانوں میں تنازعے جنم لیتے ہیں، جبکہ اللہ رب العزت نے ترکہ کی تقسیم کا نظام خود وضع فرمایا ہے۔

قرآن سے شادی: رسمِ جاہلیت

اللہ تعالیٰ ایک ایسا پاکیزہ معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جس میں امن و سکون اور عدل و انصاف کی حکمرانی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کمزور افراد کے حقوق و مراعات کا خیال رکھنے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کے فیصلوں اور احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کو ایمان کی اساس و بنیاد ٹھہرایا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾[13] "اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾[14] "کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔" "سندھ میں حق بخشوانے کی رسم سے وڈیرے اور نام نہاد گدی نشین کی جان وراثت دینے سے چھوٹ جاتی ہے۔ لڑکی سے کہا جاتا ہے کہ وہ اقرار کرے کہ اس نے اپنا حق قرآن کو بخش دیا، اب چونکہ وہ اپنا حق قرآن کو بخش چکی ہے اسطرح اس کی شادی کسی مرد سے حرام قرار دے دی جاتی ہے۔ اس ظالمانہ رسم کو ختم کرنے کرنے کے لیے کوئی قانون موجود نہیں۔ اسلام میں ان ظالمانہ رسوم کی کوئی حقیقت نہیں، ایسے قوانین ہونے چاہیے جو ان غلط رسومات کا خاتمہ کر سکیں۔[15] ہمارے ملک میں قبائلی سماجیات پختہ ہیں، جاگیرداروں نے اسے ہمیشہ اپنے مفاد کے لیے مستحکم رکھا ہے۔

احکامِ شریعت میں خواہشاتِ نفسانی کے اثرات

عبادتوں کا تعلق اللہ کے تعلق سے ہے، اللہ تعالیٰ کے تعلق سے گناہ ہو جائے تو وہ معاف کر دیتا ہے لیکن بندوں کے حقوق میں کوتاہی پر معافی نہیں۔ کچھ لوگوں کا معاملہ ایسا ہے کہ نماز پڑھنا تو بہت آسان، دوسرے ارکان کی ادائیگی بھی کر لیتے ہیں۔ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل اور انفاق کی بھی کثرت، نمازیں پنجگانہ، رمضان کے فرض روزوں کے ساتھ ساتھ نفل روزوں کی بھی کثرت ہے، حج کی تعداد اس قدر کہ شمار کرنے سے باہر۔ بھائی اور باپ ہیں تو حاجی صاحب، صوفی صاحب لیکن اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے حصے پر قبضہ کیے بیٹھے ہیں۔ نماز پڑھ لینا بھی قدرے آسان، مال و دولت کی کثرت سے ہر سال حج کر لینا بھی آسان، لیکن وراثت کی تقسیم کا شعور نہیں اور نہ ہی کوئی سوچ، وراثت مار کے بیٹھ ہوئے۔ جب علم الفرائض ہی چھوٹ گیا تو کیا حاصل۔ نماز کا حکم بھی رب تعالیٰ نے دیا، وراثت کی تقسیم کرنا بھی رب تعالیٰ نے فرض کہا ہے، لیکن ہمارا معاملہ یہ کہ سجدے

تو ڈھیر کی تعداد میں کر ڈالے، لیکن حقدار کو اس کا حق دینا ہمارے نفس کی پسند کے خلاف ہوا تو شریعت کے آدھے احکام جو ہمارے نفس کو گراں نہ گزرے وہ تو ادا کر ڈالے، لیکن حاجی صاحب ہونے کے باوجود شریعت کے وہ احکام جو نفس پر گراں گزرے ان سے پہلو تہی کر کے اپنا دامن بچالیا۔

ہبہ کا جاہلانہ تصور

"ہبہ "کا مطلب ہے کہ زندگی میں اگر اولاد کو کچھ دینا چاہا تو برابری کرنا ضروری ہے۔ "ہبہ" مطلب "تحفہ" ہبہ میں جب کچھ تحفہ میں دیا جائے تو قبضہ دینا ہبہ کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے، جس کسی کو کوئی چیز ہبہ کی اس کی ملکیت نام کر کے قبضہ میں دینا، مالک بنا دینا ضروری ہوتا ہے۔ لڑکی اور لڑکے میں فرق روا نہیں رکھا جائے گا۔ لوگوں کو ہبہ اور وراثت کے فرق کا پتہ نہ ہونے کی وجہ سے وراثت جاری نہیں کی جاتی۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ جو اولاد میں بطور تحفہ دے دلا دیا ہے دراصل وہی ہماری میراث کی ہی تقسیم ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں ہی اپنا مال تقسیم کرنا چاہے تو بظاہر شرع میں اس پر کوئی پابندی نہیں ،لیکن ایسا مال چونکہ ہبہ ہوتا ہے وراثت نہیں ہوتا اس لیے اس پر قوانین وراثت صادق نہیں آتے۔ لوگ اپنی بیٹیوں کو جائیداد سے محروم کرنے کے لیے اپنی زندگی میں ہی اپنی ساری جائیداد اپنے بیٹوں کے نام کروادیتے ہیں۔ زندگی میں جائیداد تقسیم کر دینے کے کئی نقصانات ہیں: جیسے بیوی کو جائیداد تقسیم کر دی پھر کچھ عرصہ بعد طلاق ہو گئی اب یہ بات پچھتاوے کا باعث بن جائے گی کہ بلاوجہ جائیداد ایک غیر وارث کو منتقل ہو گئی۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جائیداد جب وارثین میں تقسیم کر دی جاتی ہے ۔ہر وارث اپنا حصہ لے کر الگ ہو جاتا ہے اور اس تقسیم کرنے والے کے پاس اپنے ذاتی خرچ کے لیے بھی نہیں بچتا۔[16]

شریعت سے مکمل رہنمائی حاصل نہ کرنا

احکامِ وراثت کے عدمِ نفاذ کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب مالی معاملات میں شریعت سے رہنمائی حاصل نہ کرنا ہے۔ دین کو صرف نماز، روزہ تک محدود کر لیا گیا ہے۔ لوگ مالیات کے معاملات کو دین کا حصہ سمجھتے ہی نہیں۔ وہ مال کو اپنی محنت کا ثمرہ سمجھ کر اپنے آپ کو حقیقی مالک سمجھ بیٹھتے ہیں۔ وراثت سے متعلق ہمارے لیے قرآن وحدیث میں کیا احکامات مذکور ہیں؟ باپ دادا نہ خود دین کے اس حکم کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ ہی آگے اولاد کو شریعت کی آگاہی دینے کا کوئی رواج پایا جاتا ہے۔ آج کل دنیاوی علوم کا حصول لازمی اور ضروری مانا جاتا ہے، لیکن شریعت کے احکام جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی۔ لوگوں کی اکثریت وراثت کے علم سے ناواقف ہے۔

وراثت سے محروم کرنا گناہِ کبیرہ

لوگوں کی کثیر تعداد صغیرہ و کبیرہ گناہوں کی دلدل میں پھنس چکی ہے۔ کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ وراثت کھا جانا اور شرعی اصولوں کے مطابق وراثت کو تقسیم نہ کرنا ہے، وراثت کی تقسیم میں شرعی احکام کا خیال نہ رکھنا ہے۔ وراثت کو شریعت احکام کے مطابق تقسیم نہ کرنا حرام میں مبتلا ہونے کے مترادف ہے۔ ایسا کرنا "مال پر قبضہ کر لینا" چوری کے زمرے میں آتا ہے۔ احکامِ وراثت کے عدمِ نفاذ کا سبب گناہوں پر دلیر ہو جانا ہے کہ لوگ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ انہی گناہوں کے سبب ایک فرد دوسرے فرد کے حقوق سے کوتاہی برتتے ہوئے لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتا چلا جاتا ہے۔

احکامِ وراثت کے عدم نفاذ کے معاشرتی اسباب

وراثتی کے شرعی احکام کے نفاذ میں متعدد اسباب رکاوٹ کا سبب بنتے ہیں۔ جن میں زیادہ تر کا تعلق معاشرے سے ہے۔ ذیل میں ان احکامات میں سے چند بیان کیے جاتے ہیں۔

وراثت کی تقسیم میں باپ کی طرف سے زیادتی

اسلام سے قبل لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کر دیتے۔ یہ عمل کچھ لوگ کرتے جن کی ناک لمبی یعنی جن کو عزت بہت پیاری ہوا کرتی تھی کہ بیٹی کی ذلت گوارا نہ کرتے۔ لیکن آج کل اکثریت میں باپ اپنی بیٹیوں کا مالی قتل کر دیتے ہیں۔ شریعت نے جو حصہ مقرر کیا ہے وہ بھی ہم اپنی بیٹیوں کو نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت پر مبنی جو عورت کا آدھا حصہ ہے، ہم وہ بھی ادا نہیں کرتے۔ بلکہ بیٹیوں کا حصہ ہم خود کھا جاتے ہیں۔ اور اس حصہ کو کھانے کے لیے ہر وہ حربہ استعمال کر جاتے ہیں جس تک ہماری پہنچ ہوتی ہے۔ جائیداد کی خاطر بیٹیوں کے ساتھ ہمارے ظلم کی دوسری شکل اس قدر بھیانک ہے کہ بیٹیوں کے نکاح قرآن سے کرنے کا رواج مروج ہے۔ اس سوچ کے تحت کہ جائیداد کسی صورت تقسیم نہ ہو۔ ایک گروہ تو ایسا بھی ہے جو بہنوں کی شادی کرتا ہی نہیں۔ پہلی اور بہت بڑی بے انصافی تو والدین کی طرف سے ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہی حقیقی وارث بیٹی کو محروم کر کے ظلم کا ارتکاب کر جاتے ہیں۔

جہیز کو وراثت کا متبادل سمجھنا

موجودہ معاشرے میں ہمارا کلچر یہ بن چکا ہے کہ بیٹی کا حصہ یہ کہہ کر ضبط کر لیا جاتا ہے کہ ہم تمہاری شادی پر خرچ کر چکے ہیں۔ شادی کے خرچ کا جھانسا دے کر اسے اس کے حقیقی حق وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے، تاکہ جائیداد کُلی طور پر بیٹوں کے قبضے میں رہے اور تقسیم نہ ہونے پائے، یہ سب شرعاً حرام ہے۔ ناجائز ہے کہ بیٹیوں کی شادی کے عوض انہیں ان کا وراثت کا حصہ نہ دیا جائے۔ جہیز کو وراثت کا متبادل سمجھا جانے لگا ہے۔ شریعتِ اسلامی کی رو سے تو جہیز دینا واجب اور فرض نہیں مگر وراثت دینا فرض اور لازمی امر ہے۔ جہیز ہبہ ہوتا ہے لہٰذا وراثت ہبہ کے برابر یا اس کی قائم مقام یا اس کا متبادل نہیں ہو سکتی۔ یہ جاہلانہ طریقہ ہے کہ بیٹیوں کو جہیز بطور وراثت کے حصہ کے دیا جائے۔ شریعت کے خلاف فیصلے، اپنے اندازے اور قیاس آرائیاں، جاہلانہ طرز پر مبنی غلط فیصلے اللہ کے قانون کو توڑنے کے مترادف ہیں۔ جہیز کا ایک غیر اسلامی تصور مسلمانوں کے ذہنوں میں پختہ ہو چکا ہے۔ مسلمان اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ لڑکیوں کو جو کچھ جہیز کے طور پر دیا جاتا ہے وہ دراصل وراثت کا بدل ہی تو ہے۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ جہیز کے بعد اب اگر لڑکیوں کو وراثت میں بھی حصہ دیا گیا تو یہ تو لڑکوں کی حق تلفی ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں لڑکیوں کو دو مرتبہ وراثت میں حصہ دینے کے مترادف ہو جائے گا۔

تقسیم وراثت میں ہندوانہ رسم و رواج

آج مسلمانوں میں زیادہ تر رسم و رواج وہ رائج ہیں جیسے ہندوؤں کا طرزِ عمل تھا۔ ایک زمانہ ہندوؤں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے مسلمانوں نے بے شمار رسوم و رواج ہندوؤں کے اپنائے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قانونِ وراثت پر بھی عمل ہندوانہ طریقہ کے مطابق کیا جا رہا ہے، ہندو دھرم میں لڑکی کو باپ کی جائیداد میں حصہ وراثت نہیں ملتا تھا۔ ہندوستان کے بعض علاقوں میں

دیوداسی بنانے کا عام رواج تھا۔ اس رواج کے مطابق لڑکی کی شادی کسی دیوتا سے کر دی جاتی تھی۔ یہی مذموم رسم مسلمانوں میں بھی اس طرح رواج پا چکی ہے کہ مسلمان بعض علاقے میں اپنی بیٹی کی شادی قرآن سے کر دیتے ہیں تاکہ جائیداد کی تقسیم نہ ہونے پائے۔

مشترکہ خاندانی نظام

ہمارے ملک میں مشترکہ خاندان کا نظام رائج ہے، جس کو جوائنٹ فیملی سسٹم کیا جاتا ہے۔ اس سسٹم کی وجہ سے ترکہ کئی کئی پُشتوں تک تقسیم نہیں کیا جاتا۔ یہ ترکہ بغیر تقسیم کے ہی ایک نسل کے بعد دوسری نسل کے تصرف میں آجاتا ہے، یہ سلسلہ یونہی چلتا جاتا ہے اور اس طرح ترکہ نسل در نسل تقسیم نہیں ہو پاتا۔ کئی پُشتوں اور کئی کئی نسلوں تک تقسیم نہ کرنا درست عمل نہیں، کیونکہ جب کبھی عرصہ دراز بعد تقسیم کی اگر نوبت آجائے تو بہت ساری پیچیدگیوں کے باعث صحیح طور پر تقسیم نہیں ہو پاتی۔ نسل در نسل ترکہ تقسیم نہ ہونا جوائنٹ سسٹم کا امتیاز ہے، جب کبھی تقسیم کی نوبت آجائے تو ایسے قانونی مسائل جنم لیتے ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔[17]

خواتین کی ذاتی کوتاہی

جب باپ وفات پا جاتا ہے تو ماں بیٹوں سے مل جاتی ہے اور بیٹیوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ اپنا حصہ بھائیوں کے نام لکھ دو۔ باپ کی وفات کے موقع پر بیٹیاں جذباتی کیفیت میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ ماں اور بھائیوں کے مطالبہ پر کہ دیتی ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں لینا۔ ماں سے بھی کہہ دیتی ہیں کہ ہاں ماں جو اور جیسا آپ کرنا چاہتی ہیں ویسا کر لیں۔ وراثت کے نفاذ اور عادلانہ تقسیم میں خواتین اکثر خود ہی کوتاہی کر جاتی ہیں۔ ماں بیٹوں کی محبت میں خدائی احکام میں کوتاہی کر جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام میں کوتاہی ماں کے روپ میں عورت خود کر جاتی ہے۔

پاکستان میں عورت کی وراثتی حقوق سے محرومی

پاکستان میں عورتوں کو وراثتی حقوق حاصل ہیں، لیکن آج بھی پاکستان کے کئی علاقوں میں عورت ان مسائل سے دوچار ہے جن میں عورت کو اس لیے مار دیا جاتا ہے تاکہ اس کو وراثت نہ دینا پڑے۔ فیملی لاء آرڈیننس 1961ء نے صورتحال کی اصلاح کر دی ہے۔ بیوی شوہر کی جائیداد میں سے 8/1 کی حقدار ہو گی اگر ایک سے زیادہ بھی بیویاں ہوں تو وہ اس 8/1 حصّہ میں برابر حقدار ہوں گی۔ اس طرح ماں اپنے بیٹے کی جائیداد میں 6/1 حصہ اور بیٹی کی حیثیت سے 2/1 ملے گا۔ اگر ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو انہیں جائیداد کا 3/2 ملے گا جو ان میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔[18]

حق وراثت میں معافی کا غلط تصور

معاف کرنے اور کروانے کا خیال بھی وراثت کے نفاذ میں رکاوٹ بنتا ہے۔ وراثت ایک ایسا مالی حق ہے جو لازمی طور پر ایک وارث کی ملکیت میں آجاتا ہے۔ جو اسے ہر صورت لینا ہی ہوتا ہے، نہ اسے معاف خود کر سکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا اس سے معاف کروا سکتا ہے۔ ہمارے ہاں رائج دستور کے مطابق وراثت کی حقدار عورتیں یعنی بیٹیاں اور بہنیں اپنے حصے لینے کی بجائے معاف کر دیتی ہیں اور اکثر اوقات دیگر رشتہ دار بھی اسے حصہ لینے کی بجائے معاف کر دینے پر زور دیتے ہیں اور اصرار کرتے

ہیں۔ یہ دونوں صورتیں ہی غلط ہیں۔ معاف کر دینے یا کروانے سے ایک حقدار کا حصہ کسی صورت ختم نہ ہو گا۔ مردوں کے لیے لازم ہے کہ وہ عورتوں کو ان کے حصے دیں اور ماؤں، بہنوں، بیٹیوں پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے حصے سے دستبردار ہونے کی بجائے اپنے حصے کو اپنے قبضے میں لیں، البتہ اگر خواتین بغیر زور زبردستی کے اپنی دلی خوشی اور رضامندی سے اپنا حصہ کسی دوسرے وارث کو دے دیں تو ایسا کرنے کا اختیار رکھتی ہیں۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ چونکہ لڑکیاں خود ہی اپنے حق سے دستبردار ہو کر معاف کر دیتی ہیں ایسی صورت میں ان کا حصہ نہ بھی مقرر کیا جائے تو کوئی قباحت نہیں۔ ایسے لوگ جو دباو کے ذریعہ معاف کروانے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا محاسبہ ضرور فرمائیں گے۔[19]

دیہات والوں کے لیے زمین کی تقسیم انا کا مسئلہ

دیہی علاقے کے لوگ اپنی زمین کو تقسیم کرنا اپنی عزت، اپنی شان کے خلاف خیال کرتے ہیں۔ ان کے تصور کے مطابق زمین کو تقسیم کرنا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ دیہی علاقوں میں خاص طور پر جائیداد کی تقسیم کا دور دور تک تصور نہیں۔ بیٹیاں تو کسی صورت اپنا حصہ طلب ہی نہیں کر سکتیں اور بیٹوں میں بھی کئی کئی نسلوں تک جائیداد تقسیم نہیں ہو پاتی۔ زمین نسل در نسل قائم رہے گی، بٹوارے کا تصور محال ہے۔

سوتیلی ماؤں، بہنوں کی وراثت سے محرومی

ہمارے معاشرے میں سوتیلی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو میراث سے ان کا حصہ نہ دینا بھی عام ہوتا جا رہا ہے، حالانکہ باپ کے مال میں ان کا حق قرآن مجید کی نصِ قطعی سے ثابت ہے جسے کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرام قطعی ہے۔ اگر والدین نے وصیت وغیرہ کے ذریعے بیٹیوں کو ان کے حصے سے محروم کر دیا یا بھائیوں نے بہنوں کو ان کا حصہ دینے کی بجائے سارا مال آپس میں تقسیم کر لیا تو یہ یقینی ظلم ہے۔[20]

والدین کی اولاد کی وراثت سے محرومی

اولاد کے انتقال کے وقت اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں زندہ ہوں تو وہ بھی اپنی اولاد کے ترکہ کے وارث ہیں اور اس ترکہ سے حصہ پائیں گئے۔ ہمارے ہاں بعض جگہوں پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اولاد تو والدین کے مال میں حصہ دار ہوتی ہے لیکن والدین اولاد کے مال میں حصہ دار نہیں ہوتے، یا اگر حصہ دار ہیں بھی تو وہ اپنا حقِ وراثت کس لیے وصول کریں۔ یہ بات واضح طور پر غلط اور قرآن وحدیث کے احکام کے صریح خلاف ہے۔[21]

احکامِ وراثت کے عدم نفاذ کے قانونی اسباب

احکامات وراثت کا نفاذ اگر مذہبی، معاشی، معاشرتی طور پر نہ ہو تو پھر قانونی طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے تاکہ وراثت کے حق داران کو ان کے حقوق کی محرومی سے بچایا جا سکے۔ مندرجہ ذیل میں ان کو بیان کا جاتا ہے۔

وصیت میں غلطی

مرنے والا ورثاء میں سے کسی ایک فرد کی طرف زیادہ میلان اور جھکاو رکھنے کی وجہ سے غلط وصیت کر جاتا ہے۔ مرنے والا اپنی لا علمی یا جہالت کی بناء پر یہ کام کر جاتا ہے۔ جو میت کے ورثاء ہوتے ہیں، انہیں بھی اللہ کی کتاب اور مذکورہ احکام کا علم نہیں ہوتا

جس کی وجہ سے وہ غلط وصیت کی اصلاح نہیں کرپاتے۔ اصلاح تو وہی کرپائے گا جسے پتہ ہو گا۔ وراثت کے بارے میں اتنے شدید احکام ہیں، ہمارے معاشرے میں وراثت کے بارے میں اتنی بے ضابطگی، اتنا ظلم اور اتنی حق تلفی ہوتی ہے۔ ہمارے مسلمان معاشرے کے اندر لوگ اپنے دنیاوی فائدے کے لیے اپنی آخرت، اپنی ابدی زندگی کو خراب کر جاتے ہیں۔ غلط وصیت ، درست تقسیم میراث میں خلل اور رکاوٹ کا باعث بن جاتی ہے۔ اس طرح وراثت کے احکام کا نِفاذ مشکل ہو جاتا ہے۔ والدین وصیت کے ذریعے خود بیٹیوں کو مالِ وراثت سے محروم کر دیتے ہیں۔ اور بیٹیوں کا حصہ بھی بیٹوں کے نام کر جاتے ہیں۔ وصیت کے ذریعے بیٹیوں کو محروم کر کے بیٹوں کو وارث بنانا صریح ظلم ہے۔[22] صحاح ستہ میں ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: « إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْخَيْرِ سَبْعِينَ سَنَةً، فَإِذَا أَوْصَى حَافَ فِي وَصِيَّتِهِ، فَيُخْتَمُ لَهُ بِشَرِّ عَمَلِهِ فَيَدْخُلُ النَّارَ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الشَّرِّ سَبْعِينَ سَنَةً، فَيَعْدِلُ فِي وَصِيَّتِهِ، فَيُخْتَمُ لَهُ بِخَيْرِ عَمَلِهِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ »[23] "بو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" : آدمی ستر سال تک نیک عمل کرتا رہتا ہے، پھر وصیت کے وقت اپنی وصیت میں ظلم کرتا ہے، تو اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے اور جہنم میں جاتا ہے، اسی طرح آدمی ستر سال تک برے اعمال کا ارتکاب کرتا رہتا ہے لیکن اپنی وصیت میں انصاف کرتا ہے، اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے، اور جنت میں جاتا ہے۔"

بیوہ کا نکاحِ ثانی ایک سنگین جرم

دنیا کی اکثر اقوام میں بیوہ کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ ہندو مذہب میں شوہر کی موت کے ساتھ اس کو بھی اپنی زندگی ختم کرنا پڑتی تھی۔ عربوں کا دستور تھا، جب باپ وفات پاجاتا تو بڑا لڑکا اپنی سوتیلی ماں کا جائز وارث سمجھا جاتا۔ اسلام نے بیوہ کا حقِ وراثت تسلیم کیا۔ بعض اقوام میں بیوہ سے شادی ممنوع تھی، لیکن اسلام نے شادی کی تلقین کی اور آپ ﷺ نے خود بھی اس پر عمل کیا۔[24] شوہر کے انتقال کر جانے کے بعد اگر بیوہ نکاحِ ثانی کرتی ہے تو یہ اس کا سنگین جرم سمجھا جاتا ہے۔ اسی جرم کی پاداش میں اس بیوہ کو اس کے مرحوم شوہر کی جائیداد سے حصہ نہیں دیا جاتا۔[25]

عاق کا غلط تصور

عدم نفاذِ وراثت میں ایک بہت بڑا المیہ ،،عاق،، کے تصور کا ہے۔ ،،عاق،، مطلب اپنے بچے کو بے دخل کر دینا۔ لوگ وراثت کا حقدار صرف فرمانبردار اولاد کو سمجھتے ہیں۔ نافرمان اولاد کو نافرمانی کی وجہ سے جائیداد سے بے دخل کر دیتے ہیں۔ نافرمان اولاد کی نافرمانی سے تنگ آکر والدین اپنی جائیداد میں ان کا حق نہ جانتے ہوئے اپنی ساری جائیداد صدقہ کر دیتے ہیں۔ اس طرح احکامِ وراثت بالائے طاق رکھ دیئے جاتے ہیں۔ "عاق" کے لغوی معنٰی "نافرمانی" ہے۔

وراثت کی تقسیم میں تاخیر

وراثتی تقسیم میں تاخیر نادیدہ مسائل کے انبار اور خاندانی نزاعات کو جنم دیتی ہے۔ وارثوں کا حق مارنا غیر مسلم اقوام کا چلن ہے، مومن تو اپنے اعزہ و اقارب کے حقوق کا پاسبان ہوا کرتا ہے۔ شریعت کا منشاء تو نزاعات روکنا اور جھگڑوں کا سدِباب کرنا ہے، اسی لیے شریعت کے مطابق میراث کی تقسیم میں بلا جواز تاخیر گناہِ عظیم، اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑنا اور اس کے

رسول ﷺ کی نافرمانی ہے جس کے لیے قرآن مجید میں جہنم کی وعید ہے، جیسے ہی مورث کا انتقال ہوتا ہے تو تمام ورثاء کا از خود حق ملکیت قائم ہو جاتا ہے۔[26] عمومی طور پر ایسا ہوتا ہے کہ باپ کی وفات کے فوراً بعد ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا۔ کئی کئی سال بیت جاتے ہیں، مروت کے پیشِ نظر اولاد باپ کی جائیداد کو تقسیم نہیں کرپاتی۔ فی الفور جب میراث تقسیم نہیں ہوتی تو پھر سنگین مسائل سر اُٹھاتے ہیں اور اس کے کھلم کھلا نقصانات بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ وراثت کی تقسیم کو تاخیر سے عمل میں لانے پر بہت سی قباحتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

جائیداد کے سلسلہ میں مالیت کا عدم تعین

باپ کے سرمائے میں گھر، دوکان، بزنس میں باپ کے ساتھ بیٹے بھی اپنا سرمایا لگائے چلے جاتے ہیں، چونکہ مالیت کا تعین نہیں کیا گیا ہوتا اس وجہ سے کل کلاں مختلف طرح کے نزاعہ کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔ ترکہ کی تقسیم صحیح طور پر عمل میں نہیں آپاتی۔ ترکی کی تقسیم کا عمل صحیح طور پر انجام دینا اس لیے مشکل ہو جاتا ہے کہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ باپ کا ترکہ کتنا ہے اور بیٹے کا لگایا ہوا سرمایا کتنا ہے۔

دینی معاملات میں علمی و فکری زوال

فکری زوال اور اسلام کے ہمہ گیر تصور کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے مسلمانوں نے اپنی مرضی کے مطابق اسلامی احکام پر عمل کرنے کے لیئے اپنی ترجیحات خود متعین کر لی ہیں۔ کوئی عبادات کو پورا دین سمجھ رہا ہے تو کوئی معاملات کو مکمل دین سمجھ بیٹھا ہے۔ بعض افراد تو ایسے بھی ہیں جو صرف فضائل ہی میں مگن ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ اس طرح کی فکر اسلام کی مکمل اور صحیح ترجمانی کرنے سے قاصر ہے۔ افسوس اسی بات پر ہے کہ آج امت مسلمہ کی اکثریت اسی فکر کی حامل ہے، اگرچہ وہ خود اس بات کا اقرار کرے یا نہ کرے، مگر ان کے اعمال، ان کا طرزِ عمل اسی سوچ اور فکر کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اسلام کے احکامات کی اپنی من مرضی کے مطابق عمل کرنے کی واضح ترین اور کھلم کھلا مثال "اسلامی قانونِ میراث" ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں جس قدر غفلت اور کوتاہی اس قانون میں برتی جارہی ہے، اس سے اہلِ علم خوب اچھی طرح واقف ہیں۔ ارکانِ اسلام صوم و صلوٰۃ کی پابندی کرنے والے، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی چھوٹی چھوٹی سنتوں کی تلاش میں رہنے والے بھی دین کے اس اہم معاملہ میں مجرمانہ غفلت کے شکار ہیں۔

عہد حاضر میں مسائل وراثت میں اصلاح کی ممکنہ صورتیں

احکامِ وراثت کے نفاذ کو متعدد صورتوں کے ذریعے ممکن بنایا جاسکتا ہے جن میں مذہبی صورتیں، معاشی، معاشرتی اور قانونی صورتیں قابلِ ذکر ہیں۔

قرآن و سنت پر عمل کی ضرورت

دورِ خلافتِ راشدہ کی حد تک نہ صرف یہ کہ مسلمان قرآن مجید کو پڑھا اور سمجھا کرتے تھے بلکہ تعلیمات اور احکامات قرآن و سنت پر حرف بہ حرف عمل بھی کیا کرتے تھے۔ جُوں جُوں ہم خلافتِ راشدہ سے دور ہوتے چلے گئے، تعلیمات قرآن و سنت پر عمل مشکل ہوتا گیا۔ آنے والے ادوار میں مسلمان بتدریجاً احکاماتِ قرآن و سنت کو ترک کرتے چلے گئے اور نوبت یہاں تک

پہنچ گئی کہ بہت سے احکامات الٰہیہ کو یوں سمجھ لیا گیا کہ وہ قرآن و سنت ہوتے ہوئے آج کے مسلمانوں کے لیے موجود ہی نہیں اس ترکِ قرآن کی واضح مثال عورت کو جو کہ شرعی وارث ہے وراثت سے محروم کرنا ہے۔ اسلامی قوانین میں سے ایک اہم قانون، قانون وراثت ہے اس کی اہمیت اس سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام اصول اور جزوی احکامات خود قرآن کریم میں واضح فرما دیئے۔ مسلمانوں پر جیسے اسلام کے دیگر ارکان و احکام کو بجالانا اور انکا تسلیم کرنا ضروری ہے، اسی طرح وراثت کے احکام کو ماننا اور اس کے مطابق عمل کرنا اور شرعی ورثاء کو ان کے حصے تقسیم کرنا ضروری ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾[27] "اور (دیکھو) کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔"

شریعت کے تمام احکام حکمت پر مبنی

وراثت میں شریعت نے مرد و عورت کے حصے میں فرق رکھا ہے۔ ارشادِ پاک ہے: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾[28] " ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے "اس فرق کی وجہ مرد اور عورت کے دائرہ کار میں اختلاف کا پایا جانا ہے، کیونکہ اسلام کے حکم کے مطابق نان و نفقہ کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے عورت اس ذمہ داری سے آزاد رکھی گئی ہے۔ اسی لیے مرد کی ذمہ داریوں کے حساب کے مطابق وراثت میں مرد کا حصہ دو گنا رکھا گیا ہے اگر یہ اصول قائم نہ کیا جاتا تو مرد پر ظلم ہوتا۔ اس کی مثال اس طرح واضح کی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص وفات پا جاتا ہے وہ پیچھے اپنے ورثاء میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑتا ہے تو اس کی میراث میں سے لڑکے کو ایک لاکھ اور لڑکی کو پچاس ہزار ملے گا۔ لڑکی کا پچاس ہزار محفوظ رہے گا بلکہ ان میں اضافہ بھی ممکن ہے اگر وہ اس کو کسی کاروبار میں لگاتی ہے تو نفع اس کے پاس آئے گا۔ اس کے ساتھ شادی کرنے پر اُسے اپنے خاوند سے حق مہر بھی ملے گا، جس سے اس کی مالیت میں اضافہ ہی ہو گا۔ اس کے برعکس لڑکے کو خود اپنی شادی پر خرچ بھی کرنا ہو گا اور اپنی ہونے والی بیوی کو مہر بھی ادا کرنا ہو گا اس کے نان و نفقہ کا ذمہ بھی اسی کے سر ہونا ہے اور شاید اپنی بہن کی شادی کا ذمہ بھی ادا کرنا ہو گا۔ اپنے اہل و عیال کے لیے مکان کا بندوبست بھی کرنا ہو گا، لہٰذا اس کی بہن ان تمام جھمیلوں سے آزاد اور بری الذمہ ہو گی۔

ہبہ کا درست تصور

فقہی اصطلاح میں ہبہ سے مراد ایک شخص کا دوسرے شخص کو منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کا فوری اور بغیر کسی عوض کے مالک بنا دینے اور ہبہ کی جانے والی چیز کے حق ملکیت سے دستبردار ہو جانے کا نام ہے۔[29] جب پاکستان میں شریعت ایکٹ کا نفاذ ہوا تو اس کے بعد کچھ لوگوں نے،، ھبہ علی الاولاد،، کے نام پر بیٹیوں / عورتوں کو میراث سے محروم رکھنا شروع کر دیا۔ وہ اپنے اس عمل کے جواز میں بعض علماء کا ایک قول پیش کرتے جس کے ذریعے اس ہبہ کو جائز قرار دیتے۔[30] صحاح ستہ میں روایت ہے۔ عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا، فَقَالَ: أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ، قَالَ: لَا، قَالَ: فَارْجِعْهُ[31] "نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

کہ ان کے والد بشیر بن سعد اپنے بیٹے نعمان کو لے کر آئے اور آپ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے اپنا ایک غلام اپنے اس بیٹے کو دے دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" :کیا تم نے اپنے سارے بیٹوں کو بھی دیا ہے؟ "کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: پھر تو تم اسے واپس لے لو۔" یہ ہبہ باطل ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو آپ ﷺ نے کُل مال خرچ کرنے سے منع فرمایا اور منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت سعدؓ کے ورثاء اپنے حق سے محروم نہ ہوں۔ انفاق فی سبیل اللہ سے مراد یہ نہیں کہ حقیقی مستحق ورثاء حقداروں کو ان کے حق سے محروم کر کے، ان کی حق تلفی کر کے مال دوسروں کو دے دیا جائے بلکہ اللہ کی رضا پانے کے لیے بہترین انفاق وہی ہو گا جس سے دوسروں کے حقوق کا اتلاف نہ ہو تا ہو۔[32] اسلام نے ایسے ہبہ کی اجازت ہی نہیں دی جس میں بعض اولاد کو فضیلت دے دی جائے اور دوسروں کو محروم کر دیا جائے۔ اسلام نہ تو ایسے ہبہ کی اجازت دیتا ہے اور نہ ایسے ہبہ کو درست اور جائز مانتا ہے، بلکہ ایسے ہبہ کو باطل قرار دے کر اس کی ممانعت واضح کر دیتا ہے۔

قانونی بے اعتدالیوں کا سدِ باب

وراثت کا مسئلہ ایک اہم ترین مسئلہ ہے، اگر میراث کو منصفانہ اور عادلانہ طریقے سے تقسیم کیا جائے اور اس مسئلہ کو حل کیا جائے تو یہ ایک معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لیے کافی ہو سکتا ہے "ترکہ کی تقسیم" اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے اہم ترین مسائل میں سے ایک ہے۔ ان قوانین کے نفاذ سے اندرون خاندان معاملات مضبوط و مستحکم اور پائیدار ہو پائیں گے۔ دوسرا معاشرے کے مختلف افراد تک دولت کو پہنچنے کا ذریعہ بھی ہوں گے۔ دوسرے مذاہب میں پائے جانے والی جو بے اعتدالیاں ہیں ان بے اعتدالیوں کے خاتمہ اور سدِ باب کا بھی ذریعہ یہی احکام ثابت ہو سکتے ہیں۔ دیگر مذاہب میں کہیں بڑا لڑ کا ترکہ کا مستحق قرار دیا جاتا ہے اور چھوٹوں کو اس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ لڑکیوں کو تو کُلی طور پر محروم رکھا جاتا، ان کے حصّے کا تو تصور تک محال تھا۔ اگر کسی کے بیٹے موجود ہوتے تو مرنے والا بیٹوں کے لیے وصیت کر جاتا، بیٹیوں کے لیے وصیت بھی نہ کی جاتی۔ صرف ہتھیار اُٹھانے والے وراثت کے حقدار مانے جاتے۔ اسلام نے ایسا واضح اور شفاف قانون عطا کر کے ساری بے اعتدالیوں کا خاتمہ کر ڈالا، اور ایک بہترین عادلانہ نظام پوری دنیا کو پیش کیا۔ لڑکی کو کتنا ملے گا، اگر بیٹا اور بیٹیاں ہیں تو ان کو کتنا کتنا ملے گا، اگر ماں ہے تو کس صورت میں کتنے مال کی حقدار ہو گی اور بیوی کا حصّہ کتنا بنتا ہے۔ اگر اولاد بھی ہو، ماں باپ بھی اور بیوی بھی تو مال کتنا کتنا تقسیم ہو گا۔ شریعت نے ایک ایک حقدار کا حق مقرر اور متعین کر ڈالا ہے۔ سورۃ النساء میں آیت 7 سے آیت 14 تک احکامِ میراث کو وضاحت سے تفصیلاً بیان فرمایا گیا ہے۔

احکامِ شریعت میں ہوائے نفس کی عدم مداخلت

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا کہ جو حصّے مقرر و متعین قرار دیے گئے ہیں ان کا مقرر کرنے والا اللہ رب العزت ہے۔ لہٰذا ان احکام کے ردوبدل میں اپنی مرضی کے دخل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میراث کی تقسیم ہر صورت اسی طریقہ کے مطابق کرنا ضروری ہے، جس طریقہ کو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیا ہے۔ استحقاقِ میراث کے خالص مادہ پرستانہ نظریہ کی قرآنِ پاک نے بہت اچھے اور عمدہ طریقہ سے تردید فرمائی اور کہا:﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴾[33] "تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ دادوں اور بیٹوں پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے

کون تم سے زیادہ قریب ہے، یہ حصے خدا کے مقرر کئے ہوئے ہیں اور خدا سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔" قرآن نے بھی اسلام کے ماننے والوں سے کامل اطاعت کا مطالبہ کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾[34] " ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" پورے داخل ہونے سے مراد اللہ تعالیٰ کو انسان کا ایسا ایمان مطلوب نہیں جس کی رُو سے وہ صرف رکوع و سجود اور نماز، روزہ کو اپنالے، مگر اس کی عملی زندگی میں اخلاقیات و اقتصادیات اور معاملات و سیاسیات میں کسی اور نظام کا راج ہو۔

نفاذِ میراث میں فقہی کمیٹیوں کی تشکیل کی ضرورت

ہر بستی اور چند گھرانوں، محلوں پر مشتمل ہر آبادی میں علماء، فقہاء اور دانشوروں پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی جائے۔ جو اسلامک فقہ اکیڈمی کے ماتحت کام کرنے کی پابند ہو۔ اس کمیٹی کا مقصد و عمل ہی وراثت، طلاق، نکاح وغیرہ اور اس طرح کے دیگر عائلی مسائل کو حل کرنا ہو۔ حکومتِ وقت کو نفاذِ شریعت کے لیے مجبور کیا جائے، ہر کورٹ میں مسلم عالم قاضی کی بحالی کی سفارش بھی کی جائے۔[35]

احکامِ وراثت کے نفاذ کی معاشرتی صورتیں

احکام وراثت کا نفاذ چونکہ شرعی و قانونی طور پر لازم ہے۔ عدم نفاذ کی صورت میں معاشرہ بے چینی و بد نظمی کا شکار رہے گا۔ اس لیے ذیل میں اس کے نفاذ کی معاشرتی صورتوں کا بیان کیا جاتا ہے۔

خاندانی زندگی کی اصلاح

اسلام سے قبل معاشرے کی بنیادی اکائی قبیلہ کو مانا جاتا تھا۔ اسلام نے معاشرہ کے اندر جو عظیم تبدیلیاں پیدا کیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ قبیلوی وحدت کو ملتِ اسلامیہ کی وحدت قرار دے دیا، جو خاندانی زندگی کی وحدت پر مبنی تھی اسے اب معاشرہ کی اکائی بنا دیا گیا۔ اسلامی معاشرہ کی بنیاد خاندان پر تھی یہ واضح امر ہے کہ اگر ایک خاندان اسلام کے معیار کے مطابق فعال ہو تو معاشرہ کے تمام نقائص اور عیوب کو بہتر انداز میں دور کیا جا سکتا ہے۔ جس معاشرہ میں ازدواجی تعلقات صحیح معنوں میں اسلام کے مطابق ہوتے ہیں، وہاں بد اخلاقی جیسی برائیاں اور عیش پسندی جیسے عیوب خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہوتی ہے کہ ان حالات کے تحت اور ایسی صحت مند فضا میں مسلمان بچوں کی پرورش صحیح اقدار پر ہو پاتی ہے۔ ان اقدار کو ہی سیرت و کردار کا نام دیا جاتا ہے۔ نوجوان نسل کی زندگی کو سنوارنے اور ان کی کردار سازی میں تعلیم اور خاص طور پر مذہبی تعلیم بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے، لیکن اگر ایک صحتمند گھریلو ماحول کے ذریعہ اس رسمی و مذہبی تعلیم کی تکمیل نہ ہو پائے تو دین و دنیوی تعلیم کردار سازی کے مقد کو حاصل نہیں کر سکتی۔ اسی لیے قرآن مجید نے سب سے زیادہ تفصیلاً احکام خاندانی زندگی سے متعلق ارشاد فرمائے ہیں، کیونکہ خاندانی زندگی ہی سے ایک انقلابی معاشرہ کی بنیاد پڑ سکتی ہے۔ خاندانی زندگی "اساس" کی حیثیت رکھتی ہے۔ معاشرے کے حقیقی انقلاب میں یہی اساس مدد و معاون ہو سکے گی۔ یہاں یہ بات قابلِ قدر اور

قابلِ غور ہے کہ جس معاشرتی اسلامی انقلاب کے ہم سب خواہشمند اور مشتاق ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے خاندانی ادارے کس قدر اسلامی احکامات سے مطابقت رکھے ہوئے ہیں۔[36]

جہیز اور وراثت الگ الگ معاملہ

احکامِ وراثت کا ایک اہم اصول یہ مقرر کیا گیا ہے کہ بیٹیوں کو ہر صورت میراث میں حصّہ ضرور ملنا ہے۔ جہیز کا معاملہ میراث کے معاملہ سے بالکل جدا حیثیت رکھتا ہے۔ بیٹی کو اگر جہیز نہ بھی دو تو دینی نقطہ ءنظر سے کچھ قباحت نہ ہو گی لیکن وراثت میں سے بیٹی کا حصّہ اگر ادا نہ کیا تو گنہگار ہو گے۔ اگر بھائی بھی بہن کا حق ادا نہیں کرے گا تو اس نے اپنے مال میں حرام شامل کر لیا۔ اگر بیٹی یا بہن نابالغہ ہو تو دوہرے گناہ کے مرتکب ہو گے وہ اس طرح کہ ایک وارث کو اس کے حق سے محروم کرنے کا گناہ دوسرا یتیم بچی کے حق کو غصب کرنے کا گناہ۔

وصیت کی اصلاح

اسلام سارے مال میں وصیت قبول نہیں کرتا، ایسی وصیت جو سارے مال پر ہو اس کا اعتبار ہی نہ ہو گا۔ ایسی وصیت جو صرف تہائی مال پر کی جائے وہی نافذ العمل ہو گی۔ شریعتِ اسلامی نے یہ اصول اور ضابطہ بھی رکھا ہے کہ مرض الموت کے وقت کی وصیت قبول نہ کی جائے گی۔ شریعت نے کمزور لوگوں کا کس قدر خیال رکھا ہے کہ جب تم وفات پا جاو تو تمہاری بیوی اور تمہاری اولاد کسی کی محتاج نہ ہو جائے، تم نہیں جانتے کہ تمہاری اولاد یا باپ میں سے کون کتنا تمہارے لیے فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ اصول و ہدایات کی پیروی کرو۔ ظلم و تعدی سے ان اصولوں میں تغیر نہ کرنے کی اسلام تعلیمات دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔ وہی سب جانتا ہے اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ جو اصول و ضوابط اس نے مقرر کر ڈالے ہیں انہی کے مطابق وراثت کی تقسیم کی جانی چاہیے۔ وراثت کی تقسیم سے پہلے وصیت کرنا فرض تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وصیت کرنا متقیوں پر حق قرار دیا، ضروری قرار دے کر فرض کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب وراثت کا قانون نازل فرمایا تو میراث کے احکام کے نزول پر وصیت کی آیات منسوخ کر دی گئیں۔ چند احکامِ وصیت شرط کے ساتھ باقی رکھے۔ وارثوں کے حق میں وصیت نہیں کی جا سکتی۔ اگر قرضہ ہو یا اخلاقاً کسی کو کچھ دینا مقصود ہو تو تہائی مال کی وصیت کی اجازت دی۔ وارثوں کے حق میں وصیت کی اجازت اس لیے نہیں دی گئی کیونکہ وارثین کے حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہو چکے ہیں۔

حقِ وراثت کے اعتبار سے والدین کی ذمہ داری

والدین کی ذمہ داری سب سے بڑی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں، کیونکہ تعلیم ایسا ہتھیار ہے جس کے ذریعے سے انسان اچھائی اور برائی میں تمیز سیکھتا ہے۔ تعلیم کے ذریعے سے لڑکوں اور لڑکیوں میں اپنے اور دوسروں کے حقوق سے متعلق آگاہی پیدا ہوتی ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾[37] "مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں جو ارشاد خدا ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔" ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ

مَرَحًا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾[38] "اور (ازراہ غرور) لوگوں سے گال نہ پھلانا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا۔ کہ خدا کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔" والدین کی دوسری ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی اخلاقی تربیت کریں کہ اولاد میں کسی قسم کی حرص، طمع اور لالچ پیدا نہ ہو۔ وہ بڑے ہو کر نہ صرف خود اپنا حق لیں بلکہ دوسروں کے حقوق بھی احسن طریقے سے ادا کریں۔ والدین لڑکوں کی تربیت اس انداز سے کریں کہ وہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو بھی وراثت کا اتنا حقدار سمجھیں جتنا کہ وہ مردوں کو سمجھتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ غاصب بن کر ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کا حصہ ہڑپ کر جائیں۔ بیٹوں کے ساتھ ساتھ بیٹیوں کی تربیت بھی ضروری ہے کہ وہ بھی حوصلے کے ساتھ اپنے بھائیوں سے اپنا حصہ طلب کریں۔ ایسا صرف اس صورت میں ممکن ہو گا جب والدین بچوں کی تربیت بہترین انداز سے کریں گے۔ اس طرح سے حق والے کو اُس کا حق بھی مل جائے گا اور آپس کے تعلقات بھی متاثر نہ ہوں گے۔

حقِ وراثت کے اعتبار سے پاکستانی مردوں کی ذمہ داری

پاکستانی مردوں کی یہ ذمہ داری اور فرض ہے کہ وہ اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے حقِ وراثت کو قبول اور تسلیم کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے شرعی احکام کی تعمیل کریں اور عورت کو وراثت سے محروم رکھنے کی بجائے اس کا جائز حق اُسے دیں۔ بھائیوں کو چاہیے کہ وہ وراثت میں اپنا حصہ لینے کے ساتھ ساتھ اپنی بہنوں کو بھی ان کا حصہ وراثت مکمل طور پر ادا کریں اور اس معاملہ میں کسی قسم کی ناراضگی یا رنجش کا اظہار نہ کریں تاکہ اللہ کی رحمت اور رضا حاصل ہو سکے۔

حقِ وراثت کے اعتبار سے پاکستانی عورت کی ذمہ داری

عورت کی بھی ہی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے اندر اعتماد پیدا کرے۔ تعلیم کے ذریعے شعور حاصل کرے۔ قرآن و سنت کے احکام کو سمجھتے ہوئے ان پر عمل کرے۔ اگر عورت کو خود ہی اور ہر فرد کو اپنے جائز حقوق کا شعور ہی نہ ہو گا تو پھر معاشرہ کیسے عورت اور باقی تمام لوگوں کے حقوق ادا کرے گا۔ پہلے عورت جائز اور ناجائز حقوق میں امتیاز کرے اور شرعی حقوق کو جانتے ہوئے ان کے حصول کی ہر ممکن کوشش کرے کہ یہ معاملہ احسن طریقے سے حل ہو جائے۔ اخلاقی اقدار کو سامنے رکھتے ہوئے معاملہ فہمی کے ساتھ اپنے وراثتی حقوق طلب کرے۔ وراثت عورت کا شرعی حق ہے اس کو اس کے شرعی حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

ادائیگی میراث میں لوگوں کی ذمہ داری

اسلام کے عادلانہ نظامِ میراث کے جاری و نفاذ کے لیے اور ظالمانہ طریقوں کی تمام شکلوں کے خاتمہ کے لیے دوسرے تمام لوگوں پر بھی ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ اگر تقسیمِ میراث میں ظلم و تعدی دیکھیں تو بقدرِ استطاعت اس تقسیم میں اصلاح و درستگی اور عدل کو قائم کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے: ﴿فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَیْنَھُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾[39] "اگر کسی کو وصیت کرنے والے کی طرف سے (کسی وارث کی) طرفداری یا حق تلفی کا اندیشہ ہو تو اگر وہ (وصیت کو بدل کر) وارثوں میں صلح کرادے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بے شک خدا بخشنے والا (اور) رحم والا ہے۔"

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ ہر انسان اپنی قدرت اور استطاعت کے مطابق تقسیمِ میراث میں ہونے والے ظلم و زیادتی کو روکنے کا ذمہ دار ہے۔ اور ایسا کرنا اس پر شریعت کی طرف سے لازم و واجب بھی ٹھہرایا گیا ہے۔ ہر انسان اس بات کا ذمہ دار ہے کہ تقسیمِ میراث کی ہر وہ صورت جو ظلم پر مبنی ہو (امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں داخل ہونے کی وجہ سے واجب ہے) اس کو بند کرنے کی پوری کوشش کرے۔ اس میں کوتاہی برتنے پر اثم و وزر کا اندیشہ ہے۔[40]

عائلی قوانین کی اصلاح

قیامِ پاکستان کے چند سال بعد ہی حکومت نے ایک عائلی کمیشن قائم کیا، جس کے فرائض میں شامل تھا کہ وہ ملک میں عائلی قوانین سے متعلق قرآن و سنت کی تعلیمات پر مبنی تجاویز پیش کرے۔ لیکن افسوس، اس کمیشن کے لیے ارکان ایسے منتخب کیے گئے جو مغربی تعلیم و تمدن سے آراستہ اور بہت متاثر بھی تھے۔ یہ تمام ارکان اسلامی تعلیمات سے پوری طرح واقف نہ تھے۔ ایسے ارکان کا چناؤ اور انتخاب حکومت کی بڑی غلطی تھی، انہوں نے حکومت کو ایسی تجاویز پیش کیں جو اسلامی تعلیمات سے متنازعہ تھیں۔ حکومت کو اس کمیشن کی اصلاح کے لیے نظرِ ثانی کی فوری ضرورت ہے۔[41] عورتوں کی بے بسی و بے چارگی سے صرف ان کے شوہر ہی فائدہ نہیں اُٹھاتے بلکہ عورتوں کے بھائی، باپ اور دوسرے عزیز رشتہ دار مرد بھی ان کے حقوق کے استحصال میں خوب کردار ادا کرتے ہیں۔ شادی کا مقصد عورت کی عصمت کا تحفظ اور معاشی مقام عطا کرنا ہوتا ہے مگر افسوس کہ اس مقصد کو شاذ و نادر ہی حاصل کیا جاتا ہے۔ نہ ہی عورت کو معاشی تحفظ اور نہ ہی عصمت کا اعلیٰ مقام عطا کیا جاتا ہے۔

اہل و عیال کو دینی احکام کا عملاً پابند بنانا

قانونِ شریعت کے مطابق میراث کو جاری کرنے کی سب سے بہترین اور فطری صورت یہ ہے کہ مُورث خود اپنے متعلقین کو قرآن کی تعلیم دیں۔ دینی تعلیم سے آراستہ کرے اور انہیں دیندار اور متقی بنانے کی خوب کوشش کرے تاکہ وہ از خود شریعت کا اتباع کرتے ہوئے شریعت کے فیصلے پر راضی ہوں۔ اور اس سے انحراف و گریز اور بغاوت کو کبھی گوارہ نہ کر پائیں۔ خواہ کوئی بھی وضعی یا ملکی قانون انہیں، ان کے حق سے زائد مال دینا بھی چاہے تو وہ اسے اپنے ایمان کے تقاضے کے خلاف سمجھتے ہوئے حرام جان کر لینے سے انکار کرنے والے ہوں، بلکہ شریعت کے حدود سے تجاوز کرنے کو کفر و ارتداد کے مترادف تصور کریں۔[42]

صلہ رحمی کی تاکید

قرآن مجید میں ورثاء کے لیے یہ حکم بھی موجود ہے کہ جب مالِ وراثت تقسیم ہونے لگے تو اس میں سے ان مستحقین کو، رشتے داروں، یتامیٰ و مساکین کو بھی کچھ دیں جنہیں وراثت میں حصّہ نہ مل رہا ہو۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾[43] "اور جب تقسیم کے وقت قرابت دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو تم اس میں سے تھوڑا بہت انہیں بھی دے دو اور ان سے نرمی سے بولو۔" قرآن مجید میں صلہ رحمی کی تاکید کی گئی ہے اور قطع رحمی سے روکا گیا ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾[44] "اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا

کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔ صحاح ستہ کی حدیثِ مبارکہ ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ " « لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ »[45] قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔"

معاشرے کا کردار

معاشرے کے تمام ادارے اور لوگ مثلاً وکلاء، اساتذہ، علماء، صحافی، سیاستدان اور دیگر تمام لوگ مل کر یہ تحریک برپا کریں کہ عورت کو وہ مقام اور حقوق دیئے جائیں جو اسلام کی رو سے اس کا حق ہے، اگر عورت کو صرف حقِ وراثت ہی دے دیا جائے تو اسے تمام حقوق خود بخود مل جائیں گے اور اس کا کھویا ہوا وقار، شرف اور مرتبہ بحال ہو گا۔ مغرب زدہ حقوق عورت کے لیے زہرِ قاتل ہیں جبکہ اسلام کے حقوق نہ صرف مسلمان خواتین کے لیے بلکہ دنیا بھر کی غیر مسلم خواتین اور ہر ہر فرد کے لیے حقوق کی مکمل ضمانت اور جاذبیت رکھتے ہیں۔ اگر مسلم ممالک عورت اور ہر فرد کو دیئے گئے اسلامی حقوق کو صحیح طور پر اور صحیح صورت میں اپنے ہاں رائج کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت کے دروازے کھل جائیں گئے اور کامیابی ملتِ اسلامیہ کا مقدر بن جائے گی۔

احکام وراثت کے نفاذ کی علمی و معاشی صورتیں

علم ایک ایسی دولت ہے جس کے ذریعے معاشرے میں جہالت کی تاریکیوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔ بے شعور اقوام کو شعور فراہم کیا جا سکتا ہے۔ افراد کی ذہن سازی کر کے ان کا رخ درست سمت کی طرف موڑا جا سکتا ہے۔ علمی انقلاب کے ذریعے انفرادی و اجتماعی سوچ کے زاویوں کے لیے صحیح مقام کی طرف موڑا جا سکتا ہے۔ اس لیے ذیل میں علمی طور پر احکام وراثت کے نفاذ کی صورتوں کو بیان کیا جا رہا ہے۔

انفرادی و اجتماعی سطح پر ذہن سازی

وارثین کی ذہن سازی کی ضرورت ہے کہ ملکی قانون کے باوجود اپنے طور پر شرعی احکام کی روشنی میں میراث کو تقسیم کریں، اور ہر ایک حقدار کے حصّہ کو علیحدہ کر کے سب کو قبضہ دلا دیا کریں، اس طرح ہر وارث اپنے حصّے کا کُلی طور پر مالک ہو گا، اور اپنے اس حصے میں ہر طرح کے تصرف کا مجاز بھی ہو گا۔ ظاہری لحاظ سے جو دیندار نہیں سمجھے جاتے وہ بھی خاندان کے عرف و رواج کے خلاف معاملہ کرنا دشوار سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنا حصّہ فروخت کرنا چاہے تو کوئی شخص اس میں کبھی بھی رخنہ نہیں ڈالتا جس کے نام سے سرکاری اندراج ہوتا ہے۔ اگر شریعت کے اعتبار سے اس پر قابض اور مالک فروخت کرنا چاہتا ہے تو وہ فوراً سرکاری کاروائی میں تعاون کر دیتا ہے اس طرح شرعی تقسیم میں ان کو کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ ایسے تقسیم کرنا ہے تو آسان، لیکن اگر وارثین میں سے کوئی تقسیم کے وقت یا بعد میں رکاوٹ ڈال دے تو دقت پیدا ہو گی۔ اس لیے جب تک لوگوں کی ذہن سازی نہ کی جائے اس کا رواج عام نہ کیا جائے تو اس پر عمل کرنا مشکل ہو گا۔

تعلیمی نصاب میں علمِ وراثت کا شامل کرنا

لڑکے، لڑکیوں میں شعور بیدار کرنے کے لیے حکومت کو چاہیے کہ وہ ایف۔اے اور بی۔اے کی سطح پر اسلامیات کے نصاب میں وراثت کا بنیادی علم شامل کرے۔ سورہ النساء کی کم از کم وہ آیات جن کا تعلق وراثت سے ہے ضرور شاملِ نصاب ہونی چاہیے تا کہ لوگوں کو ان کے وراثتی حقوق کا علم دیا جائے اس کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کو اپنے حقوق سے آگاہی ہو اور لڑکوں کو معلوم ہو کہ انہیں آگے چل کر اپنی ماؤں بہنوں کو حقِ وراثت دینا ہے۔

وصیت میں تقسیم وراثت کی خصوصی تاکید وترغیب

وصیت کے حیلہ کا مقصد و ارادہ میراث سے متعلق قانونِ شرعی کو جاری کرنا ہے۔ جب مُورث نے احکامِ الٰہی کے نفاذ کے ارادے سے وصیت نامہ تیار کیا کہ ہر حقدار کو اس کا حق مل جائے تو اس سے زیادہ منصفانہ اور عادلانہ تقسیم اور کیا ہو سکتی ہے، اس لیے اسے معتبر ہونا چاہیے۔ ایک مورث پر وصیت اس وقت لازم ہو جاتی ہے جب اُسے یہ معلوم ہو کہ میرے مرنے کے بعد اسلام کا قانون میراث جاری نہ ہو گا۔

میڈیا کا کردار

میڈیا آج کے دور کی اہم ضرورت بن چکا ہے۔ میڈیا میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی زندگیوں اور ذہنوں میں انقلاب برپا کر دے۔ میڈیا کے زیادہ تر پروگرام خصوصاً ٹی۔وی پر پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ عورت کی آزادی کے بارے میں ہوتے ہیں یا عورت و مرد کی مساوات پر مبنی ہوتے ہیں لیکن میڈیا کی توجہ عورت کی وراثت سے محرومی کی طرف نہیں۔ صرف چند پروگراموں، ڈراموں اور چند تحریروں سے اس باطل اور غیر شرعی رسم کا معاشرے سے خاتمہ نہیں ہو گا، بلکہ اس غیر شرعی رسم کو ختم کرنے کے لیے پروگراموں کا ایسا سلسلہ ہونا چاہیے جو تسلسل کے ساتھ اس مسئلے کو لے کے چلے اور لوگوں میں یہ شعور بیدار کرے کہ عورت بھی معاشرے کا حصہ ہے اور مردوں کی طرح عورت کا بھی حقِ وراثت ہے جو اُسے ضرور ملنا چاہیے۔ دینی پروگرامز بھی حقوق و فرائض کی ادائیگی کی اہمیت پر مبنی ہونے چاہیے جن میں احکامِ وراثت کے عملی نفاذ کی مختلف صورتوں کو واضح کرنا چاہیے۔ ریڈیو پر بھی ایسے پروگرام نشر کیے جانے چاہیے۔ اخبارات ورسائل میں بھی اس دینی و معاشرتی مسئلے کو اُجاگر کیا جائے۔

منظم جدوجہد

اس بات کا بھی حکومتِ وقت سے مطالبہ کیا جائے کہ مسلمانوں کی تقسیمِ میراث کو عام قانون سے مستثنیٰ قرار دے کر شرعی قانون کے تحت قرار دیا جائے۔ علماء ودانشوران کی کمیٹی بنائی جائے جو شرعی ضابطہ و قوانین کے مطابق مال کی تقسیم کرے۔ علماء کی پنچایت قائم کی جائے جو مرنے والے کے ترکہ کی تقسیم اسلامی قانونِ میراث کے مطابق کریں۔ مسلم آبادیوں کے حلقے بنائے جائیں، ہر حلقہ کی ایک کمیٹی ہو جو علماء وفقہاء پر مشتمل ہو اور مسلمانوں کے متروکہ مال کو شریعت کے مقرر کردہ قانون و حدود کے مطابق تقسیم کریں۔ اس طرح سماجی دباؤ کے تحت کوئی بھی شریعت کے قانون سے انحراف نہ کر سکے گا۔[46] حصص

شرعیہ کے مطابق سرکاری کھاتوں میں وارثوں کے نام کر دے۔[47] اہلِ سیاست اسلامی نظامِ میراث کو قانون کی شکل میں مدون کر کے نافذ کرانے کی کوشش کریں۔[48]

خواتین کی تعلیم کا خصوصی انتظام

پرانے معاشروں میں عورت پر تعلیم کے دروازے بند تھے لیکن آپ ﷺ نے آغاز سے ہی اس کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ نبی اکرم ﷺ کی مشہور حدیثِ مبارکہ ہے۔ جسے صحاح ستہ میں نقل کیا گیا ہے۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ»[49] "انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" :علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور نااہلوں و ناقدروں کو علم سکھانے والا سور کے گلے میں جواہر، موتی اور سونے کا ہار پہنانے والے کی طرح ہے۔" اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حصولِ علم کسی ایک صنف سے مخصوص نہیں بلکہ مرد و عورت دونوں کا حق ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں علم حاصل کرنا صرف مرد کا حق نہیں بلکہ تحصیلِ علم عورت کے لیے بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا مرد کے لیے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ نے عورتوں کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔

علماء کرام کی اہم ذمہ داری

علماء کو چاہیے کہ اپنی تقاریر اور واعظوں میں اس اہم دینی پہلو کی طرف خصوصی توجہ کے ساتھ احکامات کا ذکر کریں۔ خاص کر جمعہ کے خطبوں کے اندر لوگوں کو اس بات کا شعور دیں کہ وہ شرعی وارثوں کو ان کا حق ادا کریں۔ اپنے پڑوس اور قرب و جوار کی بستیوں کو اپنی اصلاحی جدوجہد کا مرکز بنالیں اور اس مہم کو گھر گھر پہنچائیں۔ اسلامی احکام و ہدایات اور قوانین میراث ک فوائد ذہن نشین کرائیں تاکہ لوگ دورِ جاہلیت سے نکل کر اس کے احکام کے سائے تلے آجائیں۔ علماء پر ایک بڑی ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو شریعت کے احکام تفصیلاً اور وضاحت سے سکھائیں، جمعہ کے خطبات، عیدین کے موقع پر اور خاص طور پر جب کسی کا وصال ہو جائے تو لوگوں کو وراثت کے احکام سکھانے کا خصوصی انتظام کیا جائے۔ وراثت کے احکام کے نفاذ میں علماء ایک اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس اہم حکم میں کھلم کھلا لوگوں کا رویہ ظلم پر مبنی ہے۔ علماء لوگوں کے اس ظلم و زیادتی پر مبنی رویہ کے خلاف آواز بلند کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ علماء اگر آواز بلند کرنے والے بن جائیں گے تو اس آدھے علم کی طرف لوگوں کو ترغیب دینا آسان ہو سکتا ہے۔

احکامِ وراثت کے نفاذ کی قانونی صورتیں

وراثت کے احکام کے نفاذ کے مؤثر ترین ذرائع میں سے ایک اہم ترین ذریعہ قانون وراثت کا نفاذ اور اس پر عمل درآمد ہے۔ قانون کی حکمرانی کی وجہ سے حق دار اپنے حقوق کے محروم نہیں رہیں گے۔ اس لیے معاشی، معاشرتی اور علمی صورتوں کے ساتھ ساتھ قانونی طور پر بھی احکام وراثت کا لاگو ہونا ایک لازمی امر ہے۔ ذیل میں احکام وراثت کے نفاذ کی عملی صورتیں بیان کی جاتی ہیں۔

عدلیہ و وکلاء کا خصوصی کردار

احکام وراثت کے نفاذ کے لیے عملی اقدامات کے لیے قوانین بنائے جانے چاہیں، وراثت سے محروم خواتین کے لیے عدالتی چارہ جوئی کا حق ہونا چاہیے۔ خواتین اور عام فرد کی رسائی عدالتوں تک آسان ہو اور عدالتیں خواتین اور تمام افراد کو انصاف مہیا کریں تا کہ وہ اپنا شرعی حق حاصل کر سکیں۔ عائلی مقدمات کی کاروائی بند کمرے میں ہو تا کہ اس کی تشہیر نہ ہو عام لوگوں اور پریس کو آنے کی اجازت نہ ہو۔ وکلاء وراثت سے متعلق خصوصی علم حاصل کریں۔ وراثت کے مقدمات کے لیے وکلاء الگ عدالتی نظام کا مطالبہ کریں۔ الگ سے ایسے عدالتی سیل تشکیل دیں جن میں وراثت کا علم رکھنے والے ماہرین رکھے جائیں ایسے ماہر وکیلوں میں خواتین وکلاء کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو تا کہ خواتین اپنے مسائل آسانی سے بیان کر سکیں۔

حکومت کے لیے تجاویز

حکومت کو چاہیے کہ وہ درج ذیل پہلوؤں پر غور کرے اور ایسے اقدامات کرے تا کہ تمام لوگوں کو اور خاص طور پر عورت کو وراثتی حقوق بآسانی مل سکیں۔

حکومت باقاعدہ قانون سازی کرے

حکومت کسی بھی ملک کی قانون سازی میں اہم کردار ادا کرتی ہے عورت کے اس حق کے لیے باقاعدہ قانون سازی کی جائے۔ خواتین کے مسائل حل کرنے کے لیے مضبوط قانون سازی کی ضرورت ہے ایسے قوانین پاس کیے جائیں جس میں مردوں مردوں کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ عورتوں کو ان کا شرعی حق وراثت ہر صورت ادا کریں۔ عدالت ہر ممکن انصاف فراہم کرے اور عورت کو محروم کرنے والوں کو سخت سے سخت سزا سنائی جائے۔ عدالتی کاروائی کو آسان سے آسان اور مختصر بنایا جائے۔ حکومت کو چاہیے کہ عورتوں کے حقوق کے لیے اور لوگوں کے لیے کثیر تعداد میں انجمنیں بنائے جو ہر محلہ، گاؤں، شہر، دیہات کی سطح پر قائم ہوں جو حق وراثت کی اہمیت واضح کریں۔ یہ تنظیمیں گھر گھر سروے کے ذریعے معلومات اکٹھی کریں کہ آیا عورت کو بحیثیت ماں، بیٹی، بیوی، بہن اسلام اور قانون کے عطا کردہ وراثتی حقوق حاصل ہو رہے ہیں یا نہیں اگر نہیں تو اس کے اسباب معلوم کریں اور ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے ضروری و قانونی اقدامات کئے جائیں۔

این جی اوز کا مثبت کردار

خواتین کے حقوق کے حوالے سے جو غیر سرکاری تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ ان تنظیموں کو بھی اس دینی و معاشرتی مسئلے کی طرف بھرپور توجہ دینی چاہیے۔ ان کو چاہیے کہ لوگوں میں اور خاص طور پر عورتوں میں یہ شعور پیدا کریں کہ وہ مسئلہ میراث کو بھی دینی حکم جان کر اس پر تعمیل کرنے کی کوشش کریں۔ ان تنظیموں کو چاہیے کہ بجٹ کا زیادہ حصہ اس مسئلے کے حل کے لیے خرچ کریں اور خلوصِ نیت کے ساتھ عورت کو عملی طور پر حقِ وراثت دلانے میں بھرپور کردار ادا کریں۔ خواتین کی اور تمام دوسری تنظیموں کو، جو فلاحی کاموں میں سرگرم عمل ہیں، چاہیے کہ وہ اپنی تمام توانائیاں اور پیسہ لوگوں کے حقوق کے لیے مثبت اور تعمیری کاموں کے فروغ کے لیے صرف کریں۔ لوگوں کو ان کے اپنے حقوق سے متعلق بھرپور آگاہی دلائیں۔

تحقیقاتی کمیشن برائے خواتین کو فعال بنانا

تحقیقاتی کمیشن کو بھی اس سلسلے میں اپنی کوششوں کو مزید بہتر اور تیز کرنے کی ضرورت ہے۔ وراثت کے حوالے سے خصوصاً حکومت کو صحیح رپورٹ پیش کرے اور ان حقائق کی روشنی میں سفارشات پیش کرے تاکہ حکومت ان سفارشات کو مد نظر رکھتے ہوئے اقدامات کر سکے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کا مثبت کردار

اسلامی نظریاتی کونسل ایک ایسا ادارہ ہے جو نظریاتی لحاظ سے معاشرے میں اپنی مذہبی رویوں کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کونسل کو عورت کے حقِ وراثت اور احکامِ وراثت کے نفاذ کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں بھرپور طریقے سے ادا کرنی ہوں گی۔ قانون سازی میں حکومت کی مدد کرے کہ وہ ایسے قوانین پاس کرے جو قرآن و سنت کے مطابق ہوں۔ اگر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے فیملی لاء آرڈیننس پر تنقید کر کے سفارشات پیش کرتی ہے تو اسی طرح عملی صورتحال کا جائزہ بھی پیش کرے اور عورت کی وراثت کو عملاً بہتر بنانے کے لیے اپنی سفارشات پیش کرے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے ماڈل تحفظِ حقوقِ نسواں بل کے لیے 163 دفعات پر مشتمل تجاویز تیار کر لیں۔ بل کے مطابق عورت کی قرآن پاک سے شادی جرم تصور کی جائے گی اور جہیز کے مطالبے اور نمائش پر پابندی ہو گی۔

دارالقضاء کا قیام

قرآنی احکام کے نفاذ اور خاص طور پر متعلقہ موضوع "قانونِ میراث" کی شرعی تقسیم کے لیے دارالقضاء کا قیام عمل میں لایا جائے۔ یہاں کے تمام سسٹم کو عام لوگوں کے لیے سہل اور آسان ترین بنایا جائے اور عوام کو اس بات کی ترغیب دی جائے اور اس عمل کے لیے بیدار بھی کیا جائے کہ وہ اپنے مقدمات شرعی عدالتوں میں دائر کریں اس طرح جب ہر حقدار کو اس کا پورا پورا حق مل پائے گا، حقوق کی فراہمی شریعت کے دائرہ میں رہ کر کی جائے گی، تو لوگ سہولتوں اور انصاف کے حصول کے لیے شرعی عدالتوں کا رخ ضرور کریں گے۔

حکومتوں پر دباؤ

مسلمان اکٹھے ہو کر حکومتوں پر دباؤ ڈالیں کہ مسلمانوں کے شرعی فرد آشنا ہو۔ عوام کو آگاہی دینے کے لیے الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کے استعمال کو عمل میں لایا جائے، اس طرح عوام بھی جب تمام مسائل و احکام کی اہمیت کو جان جائے گی تو علماء کے ساتھ حق کی آواز بلند کرنے میں معاون ہو گی، اور حکومتوں سے اپنی بات منوانے میں مزید مدد ملے گی۔ مسلم تنظیمیں مجتمع ہو کر حکومتوں سے اپنے مطالبات منوانے کی کوشش کریں، خواہ اس کی ابتدائی صورت صوبائی پیمانہ پر ہی ہو۔[50] یہ ذمہ داری ایک جماعت ایک گروہ کی نہیں، ہم سب کی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک مجاہدانہ کوشش کا مکلف ہے۔ یہ سمجھ لینا محض خوش فہمی ہو گی کہ افراد تو اپنے آپ کو اسلامی ڈھانچے میں ڈھالنے سے گریز کریں اور توقع یہ رکھیں کہ یا تو حکومت جادو کی چھڑی گھما کر اسلامی نظام مسلط کر دے گی یا کوئی معجزہ ظہور پذیر ہو گا جس کے نتیجے میں ایک مثالی نظام خود بخود قائم ہو جائے گا۔ خدائی قانون یہ ہے کہ ہر انقلاب پہلے دلوں اور دماغوں میں متشکل ہوتا ہے اور پھر ماحول پر اثر انداز ہوتا ہے۔

اسلامی حکومت کی ذمہ داری

اسلامی حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ جن لوگوں نے ظلم و زیادتی، حق تلفی اور استحصال سے دولت کمائی ہو وہ ان ظالموں کے پنجوں سے مظلوم کو اس کا حق دلوائے۔ اسلام کا نظامِ زکوٰۃ اور نظامِ قانونِ وراثت اسی ارتکازِ دولت کا مؤثر طریق پر علاج کرتا ہے۔ ان نظاموں کے عملی نفاذ کے لیے حکومت کو اپنا مؤثر کردار ادا کرنا ہو گا۔ ایسی قوت و طاقت جو دولت کے ذریعے حاصل ہو یا مسندِ اقتدار سے۔ ایسی قوت اگر ظلم و غصب پر آمادہ کرے تو معاشرے کو غیر معمولی طور پر نقصان پہنچانے کا باعث بنتی ہے۔

عورتوں کے جو حقوق انگریز نے دیے وہ حقوقِ نسواں اور آزادی نہیں بلکہ عورت کی عصمت کی حفاظت کے لیے تو وہ حقوق جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے بتائے ہیں۔ حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ ان حقوق کو زندہ کرنے کے لیے لائحہ عمل مرتب کرے۔

حضرت عمر فاروق ایک مثالی حکمران تھے انہوں نے اپنے عہدِ حکومت میں ایک ایسے شخص کو مارا جس نے عورت کو اکٹھی تین طلاقیں دیں پھر آپؓ نے فتویٰ دیا۔[51] شریعت کے مطابق "ورثہ کی تقسیم" اسلامی حکومت کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری ہے، لہٰذا جو حکومت اس طرف توجہ نہیں دیتی، وہ حکومت اپنے فرائض میں کوتاہی کرتی ہے۔

خلاصہ بحث

جو اسباب سامنے آئے ہیں، اس آرٹیکل میں ان اسباب کے تدارک کو پیش کیا گیا ہے اور نفاذ کی عملی صورتوں کو مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے، تاکہ ہر فرد اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہو سکے۔ شرعی احکام کا نفاذ ممکن ہو سکے اور لوگوں کو اس "علم، علمِ میراث" کی اہمیت سے آگاہ کر کے اللہ تعالیٰ کے اہم حکم کی عملی تصویر قائم کرنے میں اہم کردار ادا کر سکے۔ اسلام، وراثتی حقوق میں جنس کو بنیاد نہیں ٹھہراتا بلکہ ذمہ داریوں کے دائرہ کار کی نوعیت کو پیشِ نظر رکھ کر حکمت پر مبنی احکامات صادر فرماتا ہے۔ اسلام اعتدال کے اصول پر مبنی دین ہے، وہ اعتدال اور حدود میں رہتے ہوئے خواتین کو بھی جائیداد و ملکیت رکھنے کا حق دیتا ہے۔ حکومت کی اہم ذمہ داری بنتی ہے کہ ان احکام کے عملی نفاذ کے لیے اہم اقدامات کرے۔ علماء اور ماہرین "علمِ میراث" سے مشاورت بھی کرے۔ مقاصد کے حصول کے لیے خاص طور پر قوانین بنائے جائیں۔ والدین کا خصوصی کردار اور عدالتی نظام کا بدلنا ان احکام کے نفاذ کا باعث بن سکتے ہیں۔

نتائج و ثمرات مقالہ

- اسلام نے بیوی، بیٹی اور بہن کی حیثیت تسلیم کروانے کے بعد وراثت میں بھی حصہ دار ٹھہرایا، اسلام نے لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو میراث کا مستحق بنادیا، اور ہر ایک کا حصہ بھی مقرر کر دیا۔
- قبل از اسلام عورت کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا تھا، جبکہ اسلام نے مسلمان عورتوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے، کہ مال اور جائیداد کے معاملے میں بھی اس کو نظر انداز نہیں کیا، بلکہ بیوی، بہن، بیٹی اور ماں اپنی اپنی حیثیت میں اپنا حق پاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔
- اسلام نے نظامِ میراث کے سلسلے میں جو انقلابی تصور دے کر عورتوں کو حق دلایا، اور نظام میراث کو تقسیم دولت کا ایک وسیلہ بنایا، آج پوری دنیا میں اس کی بازگشت سنی جاسکتی ہے، اور دنیا کا شاید یہ کوئی قانون ہو جس نے اس سے

فائدہ نہ اٹھایا ہو، وارث کے انتقال کے بعد قرض، کفن دفن، وصیت کی ادائیگی کے بعد جائیداد کی فوراً تقسیم کی جائے ، اور جائیداد کی تقسیم میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ جبکہ ہمارے ہاں اکثر جائیداد کی تقسیم نہیں کی جاتی، بھائی بہن وغیرہ کی جائیداد پر قابض ہو جاتے ہیں اور اپنی ماں کو بھی حصہ نہیں دیتے ہیں۔

- یتیم عورت یا یتیم مرد کے مال پر قبضہ کرنا کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔

تجاویز وسفارشات

مذکوربالا آرٹیکل میں مذکورہ وراثت کے متعلق جدید مسائل کا حل اور اصلاح کی ممکنہ صورتوں کے ذریعے عورتوں کے تمام شعبہ حیات کو بہتر سے بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

1. اس مقالہ کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے سرکاری طور پر اس کے نفاذ کیلئے کوشش کی جانی چاہیے۔
2. جس طرح وراثت کے عصری امور و معاملات کو جدید تحقیق کے لحاظ سے خوبیوں اور خامیوں کو سامنے رکھ کر پرکھا گیا ہے، عصر حاضر کے لیے نت نئی راہوں کو تلاش کرنے کے بعد سامنے لایا گیا ہے، اس حیثیت سے تمام مسائل کو حکومتی سطح پر حل کیا جائے اور اصلاح میں ممکنہ صورتوں کو قابل نفاذ بنا کر اس کو فروغ دیا جائے۔
3. معاشرے میں خواتین کو وراثت کے حقوق سے محروم رکھنے کی جسارت کی جاتی ہے، مذکورہ آرٹیکل کی روشنی میں خواتین کے حقوق کھل کر سامنے آجاتے ہیں، جس سے ان کے حقوق کی پامالی کے امکانات بہت حد تک کم ہو سکتے ہیں۔
4. اسلامی ریاست کے تمام اداروں کو اس راہنمائی کو فروغ دینے میں کردار ادا کرنا چاہیے۔

References

1 Tarjaman al-Quarn, Lahore, 51: 22.
2 Shujat A;I Tirmazi, tans.Warasat Muslim Khandan main (Lahore: AN Printers,ND),11.
3 Al-Muhammad Ibn Isa Tirmazi, Jami Tirmazi, 4:484, Hadith no: 2091.
4 Ibn Maja, Al-Sunan, 2: 908, Hadith no:2719.
5۔ Muhammad Ibn Ismail al-Bukhari, Sahih Bukhari, 8:15., Hadith no: 6731.
6 Asia Malik, Islami Qawaneen ki ro say Warsat main awrat ka Hissa (Islamabad: AIOU, 2002), 278.
7 Al-Haj22:1.
8 Al-Tawbah9:119.
9 Luqman 31: 33.
10 Hafiz Mukhtar Ahmad Gondal, Masail-e-Miras aur Hamaray Ajartay Khandan, Monthly Hikmat-e-Balighah (Part 6)Jhang, 2018:18.
11 Imam Ghazali, Ihya Uloom al-Din (Karachi: Dar al-Ishat, ND), 52.
12 Imam Muslim, Sahih Muslim, 3:1383, 1762.
13 Al-Imran 3: 32.
14 Al-Imran 3:32
15 Jalaludin Umari, Sindh aur Punjab Main Awrat ki Hasiat, 46

16 Dr. Zahoorullah Al-Azhari, Ilm-e-Miras aur Qanoon-e-Warasat Act, 212.
17 Gondal, Masail-e-Miras aur Hamaray Ajartay Khandan, 41.
18.Sheikh,Abdul Haleem, Family laws in Pakistan (Lahore: kchehry road, law Publishing Company,1993), .8
19 Majlis-e-Ifta, Mal-e-Warasat main Khianat Kijiyay (March 2015): 27.
20 Hikmat-e-Balighah (Part 6)Jhang, 20.
21 Hikmat-e-Balighah (Part 6)Jhang, 21.
22 Majlis-e-Ifta, Mal-e-Warasat main Khianat Kijiyay, 27.
23 Ibn Maja, Al-Sunan, 2: 902, Hadith no:2704.
24 Urdu Daira Marif-e-Islamia, 19: 247.
25 Majlis-e-Ifta, Mal-e-Warasat main Khianat Kijiyay, 28.
26 Hikmat-e-Balighah (Part 6)Jhang, 17.
27Al-Ahzab 33:36.
28Al-Nisa 4: 11.
29 Burhanudin Ali Ibn Abi Bakr al-Margheenani, Al-Hidayah (Beirut: Dar Ihya al-Turath, ND), 2: 267.
30Mufti Amjad al-Ula, Hiba alalaulad, Fikr-o-Nazar (March 1965):553-561.
31 Al-Bukhari, Sahih al-Bukhari, 3: 157, Hadith no: 2586.
32 Mahmood Ibn Ahmad Mulla Ali Qari, Umdatulqari (Beirut: Dar Ihya, nd), 6:178.
33 Al-Nisa4:11.
34 Al-Baqarah 2:208.
35 Mufti Absar Ahmad, Mikras o Wasiat say Mutalaq Chan Ahm Masail, 240
36 Kamal Farooqi, Aili Qawaneen: Tajaddud Pasand aur Qadamat Pasand Tabqay, Fikr-o-Nazar (March 1965):538.
37 Al-Tahreem 66:6.
38 Luqman 31:18.
39 Al0Baqarah 2:182.
40 Muhammad Usman Bastawi, Islam ka Mustahikam Adilana Nizam-e-Warasat, 267.
41 Zahoorullah Al-Azhari, Ilm-e-Miras aur Qanoon-e-Warasat Act, 44.
42 Noorulhaq Rahmani, meras-o-Wasiat, 187.
43 Al-Nisa 4:8.
44 Al-Nisa 4:1.
45 Al-Bukhari, Sahih al-Bukhari, 8: 5, Hadith no: 5984.
46 Dr. Mufti Muhammad Shahjihan, Meras-o-Wasiat say Mutalaq Chan Ahm Masail, 173.
47 Salman Palanpuri, Meras-o-Wasiat say Mutalaq Baz Masail, 371.
48 Mufti Lateefurehman, Meras aur Wasiat: Fiqhi Nuqta-e-Nazar, 479.
49Ibn Majah, Al-Sunan, 1: 181, 224.
50 Maulana Abdurasheed Kanpuri, Meras-o- Wasiat say Mutalaq Chan Ahm Masail, 211.
51 Tarjamanulquran 69, Islami Nizam-e-Maishat (1968): 60.